

تزکیہ نفس

کتمانِ علم کے اسباب اور اس کا علاج

(از مولانا امین احسن اصلاحی)

۔۔۔ سلسلہ گزشتہ ۔۔۔

علم، خواہ ہمارے اپنے تجربات کا حاصل کردہ ہو یا خدا کا نازل کردہ، بندوں کے پاس اللہ کی امانت ہے اور اس امانت کا پہلا حق تو یہ ہے کہ ہر نسل اس کی پوری پوری حفاظت کرے، اس سے کماتقہ فائدہ اٹھائے اس کو اپنے امکان کے حد تک ترقی دے اور دوسرا حق یہ ہے کہ پوری احتیاط و دیانت کے ساتھ اس کو اپنے بعد آنے والی نسلوں کی طرف منتقل کر دے۔ اسی دیانتدارانہ تورث و ثوابت پر اس دنیا کی تمام مادی و روحانی خوشحالیاں اور ترقیاں مبنی ہیں۔ اگر اس میں کوئی خلل اور فساد واقع ہو جائے تو دفعہ سارے نظامِ زندگی میں خلل اور فساد برپا ہو جاتا ہے۔ یہ دنیا مادی اعتبار سے جو باغ و بہار نظر آ رہی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ پچھلی نسلوں نے جو تجربات جمع کیے تھے وہ ہم تک منتقل ہوتے رہے اور ہم نے ان سے فائدہ بھی اٹھایا اور ان کو ترقی بھی دی۔ اگر یہ ہم تک منتقل نہ ہو پاتے یا ہم نے ان کو حاصل کرنے یا ان کو ترقی دینے کا اہتمام نہ کیا ہوتا تو یہ دنیا آج جہاں ہے اس سے بہت پیچھے ہوتی۔ اسی طرح ضروری ہے کہ جو روحانی اور اخلاقی علوم اللہ تعالیٰ نے امانت میں دو بھی صحیح طور پر ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتے رہیں۔ اگر ان کے صحیح طور پر منتقل ہوتے رہنے کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ روشنی کی جگہ تاریکی نے اور اسلام کی جگہ جاہلیت نے اپنا تسلط جمالیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس امت کو بھی اپنی شریعت کا علم دیا اس پر جہاں یہ ذمہ داری ڈالی کہ وہ اس پر اخلاص کے ساتھ عمل کرے وہیں یہ ذمہ داری بھی ڈالی کہ وہ اس کو پوری دیانت کے ساتھ بعد کی نسلوں کی طرف منتقل بھی کرے۔ چنانچہ اس کتاب کو حسب اللہ تعالیٰ نے اس علم کی امانت سونپی تو ان سے یہ عہد لیا کہ لَتُبَيَّنُّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكُونُوا مِمَّنْ رَاٰ عَمْرًا ۝۱۰

تم اس کو لوگوں پر کھول کر واضح کر دو گے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں)۔ اور جب ان سے اس فرض کے ادا کرنے میں کوتاہیاں ہوئیں تو ان کو تنبیہ بھی فرمائی کہ وَلَا تَقْتُلُوا الشَّاهِدَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَاِنَّهُ اِثْمٌ قَلْبُهُ (بقرہ ۷۸۳) اور اس شہادت کو جو تمہارے پاس ہے چھپاؤ نہیں، جو اس کو چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے)۔ یہود نے جب اس عہد اور اس تنبیہ کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے محض طمع دنیا میں خدا کے اس علم کو چھپایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ بِمَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْكِتَابِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ... (بقرہ - ۱۵۹)

جو لوگ ان واضح آیات اور اس ہدایت کو چھپاتے ہیں جو ہم نے آماری میں، بعد اس کے کہ ہم نے ان کو کتاب میں کھول کر لوگوں کے لیے بیان کر دیا ہے، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اُنْزِلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَسْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ اُولٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ۔ (بقرہ - ۱۷۴)

جو لوگ اس چیز کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں سے آماری ہے اور اس کے عوض میں حقیر قیمت وصول کرنے میں یہی لوگ ہیں جو اپنے پیٹوں میں آگ کے سما اور کچھ نہیں بھر رہے ہیں۔

اور ان سے یہ امانت چھپ کر امت مسلمہ کے سپرد کی اور اس پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ جس طرح اللہ کے آخری رسول نے ان کو خدا کا یہ دین پہنچایا ہے اسی طرح یہ اس کو دوسروں تک پہنچاتے رہیں۔ چنانچہ اس امت کو مخاطب کر کے فرمایا۔

وَلَقَدْ اٰتٰكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُوْنُوْا شٰهَدًا عَلٰى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شٰهِيْدًا۔ (بقرہ - ۱۴۳)

چنانچہ ہم نے تم کو وسط شاہراہ پر قائم رہنے والی ایک امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر اللہ کے دین کی گواہی دو اور رسول تم پر اس دین کی گواہی دے۔

اب یہ اس امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس علم پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں پر بھی قیامت تک اس کی شہادت دیتی رہے اور اگر اس میں کوئی کوتاہی کرے تو خدا اللہ اس کے نتائج بھگتنے کے لیے تیار رہے۔

اس ذمہ داری سے فرار اختیار کرنے یا اس میں کوتاہی کرنے کے بھی کچھ خاص اسباب ہیں جو ہم یہاں تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ یہ اسباب بجائے خود ایسے ہیں کہ ان کے نگاہوں کے سامنے آجانے کے بعد توقع ہے کہ ہر شخص جس کے اندر ایمان کی کوئی رمت جمعہ ان سے بچنے کی کوشش کریگا۔ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جن کے اسباب کا جان لینا ہی ان کے علاج کے لیے کافی ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی شخص صحت کا سچا طالب ہو۔

معاشرہ کی ذمہ داری سے بے خبری | اس کتاب علم کا ایک بڑا سبب تو یہ ہے کہ بہت لوگ سرے سے معاشرہ کی اصلاح و درستگی سے متعلق اپنی کوئی ذمہ داری سمجھتے ہی نہیں۔ ان کے نزدیک آدمی پر جو کچھ بھی ذمہ داری ہے وہ صرف اس کے اپنے نفس کی ہے، اگر اس کو اس نے ٹھیک رکھنے کی کوشش کی ہے تو اس نے دین اور علم دین کا حق ادا کر دیا، اس بات سے اس کی دینداری میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا کہ جس معاشرہ میں وہ رہا ہے اس کا کیا حال ہے اور اس کو دین سے باخبر رکھنے میں اس نے کوئی حصہ لیا ہے یا نہیں۔ وہ اس کو ایک پرایا جھگڑا سمجھتے ہیں جس میں اپنی ٹانگ نہ پھنسانا ہی ان کے نزدیک تقویٰ ہے۔ بعض لوگوں کے اندر تو یہ تصور اس طرح جم جاتا ہے کہ وہ زندگی کا ایک بالکل ہی راہبانہ نقطہ نظر اختیار کر لیتے ہیں اور معاشرہ کے بُرے اور بھلے سے یک علم کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ اس حد تک تو معاشرہ سے بے تعلقی نہیں اختیار کرتے لیکن وہ بھی اس ذمہ داری کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو فی الواقع دین میں اس کی ہے۔ ان کے نزدیک اگر یہ نیکی بھی ہے تو ایک نفلی نیکی ہے جس کے کرنے سے آدمی کے اجر و ثواب میں کچھ اضافہ تو ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ نہ کرے تو اس سے کوئی گناہ لازم نہیں آتا اس طرح کسی کام کو اگر وہ کرتے بھی ہیں تو اس کو وہ خود اپنے فرائض کا کوئی جز نہیں سمجھتے بلکہ دوسروں کے فرائض کا ایک حصہ سمجھتے ہیں جس کو تبرعاً یا انجام دے رہے ہیں۔ یہ رائے رکھتے ہوئے ظاہر ہے کہ نہ تو کوئی شخص معاشرہ کی جہالت اور اس کے بگاڑ کا حقیقی دکھ محسوس کر سکتا اور نہ وہ لوگوں کے ذہن و فکر اور ان کے اعمال و اخلاق کے بدلنے کے لیے کوئی مؤثر اور نتیجہ خیز جدوجہد ہی کر سکتا ہے۔ ہاں تو وہ کچھ کریگا ہی نہیں اور اگر کریگا بھی تو اس کی نوعیت محض چھڑا تارنے کی ہوگی۔ وہ لوگوں کو ان کی حقیقی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے اور ان کے بگاڑ کے اصلی اسباب سے پردہ اٹھانے کے بجائے ہمیشہ کچھ آپری قسم کی بیس پوت کر کے اپنی مصلحت کی دھونس جانا چاہیگا۔ ایسے شخص کے لیے یہ نہایت مشکل ہے کہ وہ لوگوں کی کسی ایسی برائی کو برائی کہنے کی جرأت کر سکے جس کو

لوگ بھلائی بنانے ہوئے بیٹھے ہوں اور جس کو برائی کہنے سے وہ غضبناک ہوتے ہوں بالخصوص ان بڑوں کو برائی نہنا تو ایسے شخص کے لیے بالکل ہی محال ہے جن کے جواز کا فتویٰ ذمت کے ارباب اس قدر سے رکھا ہو یا جن کو وہ علما اپناٹے ہوئے ہوں ایسے لوگ قرآن بھی پڑھتے ہیں، حدیث بھی سکھاتے ہیں اور فقہ و تصوف کے رموز بھی بتاتے ہیں اور یہ سب کچھ بظاہر وہ علم دین کی اشاعت ہی کے لیے کرتے ہیں، لیکن یہ ساری چیزیں وہ اس طرح سکھاتے اور پڑھاتے ہیں کہ گویا یہ ماضی بعید کی حکایتیں ہیں جن کا کوئی حرف بھی حال پر منطبق نہیں ہوتا بہت سے لوگ جان بوجھ کر یہ روش اپنے آپ کو ذمہ داریوں سے بچانے کے لیے اختیار کرتے ہیں لیکن جمائے نزدیک اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ عام طور پر لوگ معاشرہ سے متعلق اپنی ذمہ داری کی حقیقی نوعیت سے آگاہ ہی نہیں ہیں وہ یہ جانتے ہی نہیں کہ اسلام نے ہر شخص پر اصلاح کی دہری ذمہ داری ڈالی ہے ایک خود اس کی اپنی ذات سے متعلق ہے اور دوسری، اپنے علم و استعداد کی حد تک اپنے کنبہ، اپنے قبیلہ اور اپنے معاشرہ کی اصلاح سے متعلق ہے اور اس ذمہ داری کی اہمیت اس قدر ہے کہ ایک شخص خود اپنی تعلیم و تربیت سے بے پروائی کی سزا جس طرح دیا میں جھگٹا ہے اور آخرت میں جھگٹا اسی طرح اگر وہ معاشرہ کی اصلاح اور اس کی تعلیم و تربیت سے بے پروائی اختیار کرے تو اس کی سزا دنیا میں بھی جھگٹے گا اور آخرت میں بھی ہم یہاں چند حدیثیں پیش کرتے ہیں جن سے اس فرض کی حقیقی اہمیت واضح ہوگی۔

”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص بھی تم میں سے کوئی بگاڑ دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اسکی اصلاح کرے، اگر اسکی طاقت نہ رکھتا ہو اسکا ہاتھ سے اس کی اصلاح کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اسکی اصلاح کی کوشش کرے، اگر زبان سے بھی اس کی اصلاح کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو کم از کم دل سے اس کو بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا سبب کم از کم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے پیغمبر بھی مجھ سے پہلے گذرے ہیں ان کی امتوں میں ان کے جان نثار اور ان کے صحابی ہوتے رہے ہیں جو ان کی سنت کی پیروی اور ان کے احکام کی اقتدا کرتے رہے ہیں۔ پھر ان کے بعد ان کے ایسے جانشین پیدا ہوئے جو کہتے تھے وہ کچھ جو کرتے نہیں تھے اور کرتے تھے وہ کام جن کا ان کو حکم نہیں ملا ہوتا ہوتا تھا۔ تو ایسوں سے جس نے

ہاتھ سے جہاد کیا وہ مؤمن، جس نے ان سے دل سے جہاد کیا وہ مؤمن، اور جس نے ان سے زبان سے جہاد کیا وہ مؤمن۔ اس سے نیچے ایمان کا کوئی درجہ رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے۔ (مسلم)

”نعمان بن لثیمؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عدو دالہی کے معاملہ میں سستی کرنے والے اور ان کے اندر جا پڑنے والے کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کچھ لوگ ایک کشتی کے اوپر اور نیچے کے حصوں پر قمرہ ڈالیں، کچھ کے حق میں نیچے کا قمرہ نکلے اور وہ پختے حصہ میں بیٹھیں اور کچھ اس کے اوپر والے حصہ میں بیٹھیں نیچے والوں میں سے کسی کو پانی کی ضرورت پیش آئے تو اس کو اندر پر والوں کے پاس سے گزرنا پڑے جس سے اوپر والے تکلیف محسوس کریں۔ یہ دیکھ کر کوئی نیچے والا کھٹاڑا اٹھا کشتی کے پیندرے ہی میں سودا خ کرنا شروع کر دے۔ جب اوپر والے آکر پوچھیں کہ یہ کیا تو وہ جواب دے کہ ہمارے اوپر جانے سے آپ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ہمارے لیے پانی لینا ناگزیر ہے تو اس کے سوا کیا چارہ کار ہے؟ اب اگر اوپر والے اس کا ہاتھ پکڑیں تو اس کو بھی بچائینگے اور اپنے آپ کو بھی بچائیں گے۔ اور اگر اس کو آزاد چھوڑ دیں گے تو اس کو بھی ہلاک کریں گے اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کریں گے۔“ (بخاری)

”ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم پر ایسے لوگ حاکم بنائے جائیں گے جن سے معروف اور منکر دونوں طرح کی باتیں صادر ہونگی تو جس نے ان کی بُری باتوں کو برا سمجھا تو وہ تو بُری ہوا اور جس نے ان کی برائیوں کے خلاف آواز اٹھائی وہ سلامت رہا۔ البتہ اس کی خیر نہیں ہے جو راضی رہا اور جس نے ان کی پیروی کی۔“ (مسلم)

”حدیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم نیکی کی طرف دعوت دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا ورنہ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جانب سے تم پر کوئی عذاب بھیج دے اور پھر تم اس کو پکارتے رہو لیکن تمہاری کوئی تنوائی نہ ہو تو میری۔“

”ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب علی جہاد کسی حق سے ہٹے ہوئے یا و شاہ کے سامنے انصاف کی بات کہہ کر رہنا ہے۔“ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم اس آیت کا حوالہ دیتے ہو: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَقْتُلُوا كُفْرًا مَنْ قَتَلَ إِذَا هَتَدْتُمْ لَهُ** (یعنی اس آیت سے تم یہ غلط استدلال کرتے ہو کہ آدمی پر پس اپنے ہی نفس کی اصلاح کی ذمہ داری ہے، دوسروں کی کوئی ذمہ داری اس کے سر نہیں ہے) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں لیکن اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ ان پر کوئی ایسا عذاب بھیج دے جس کی پیٹ میں سب ہی آجائیں۔ (ابوداؤد - ترمذی - نسائی)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس سے علم کی کوئی ایسی بات پوچھی گئی جس کو وہ جانتا ہے لیکن اس نے چھپائی تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔“ (احمد - ابوداؤد - ترمذی - ابن ماجہ)

ان حدیثوں پر ایک نظر ڈال کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ دین کی باتوں کو آشکار کرنا، لوگوں کی جہالت کو دور کرنا، مخالف اسلام حرکتوں کے خلاف خطرات سے بے پروا ہو کر آواز اٹھاتے رہنا اور جو کچھ حق ہے بے خوف و متہ لایم لوگوں کو بتاتے رہنا صرف ایک نفلی نیکی ہی نہیں ہے بلکہ ہر شخص پر اس کی استعداد اور صلاحیت کے لحاظ سے یہ واجب ہے اگر کوئی شخص علم اور صلاحیت رکھتا ہو تو اس کی اصلاح کی کوشش نہیں کرے گا تو وہ جرم اور اس کی نرا دونوں میں اصلی مجرمین کا شریک ٹھہرے گا۔ اس سے متنبی صرف وہ شخص ہو گا جو ہاتھ اور زبان سے اصلاح کی سرے سے طاقت ہی نہ رکھتا ہو ایسے اشخاص سے اسلام کا کم سے کم مطالبہ یہ ہے کہ وہ برائی کو برائی سمجھتے رہیں اور اپنے آپ کو اس سے دور رکھیں۔

یہاں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لی جانی چاہیے کہ کوئی شخص محض خیالی اندیشوں یا محض معمولی مشکلات و خطرات کو بہانہ بنا کر اپنے آپ کو اصلاح معاشرہ کی ذمہ داریوں سے بری نہیں ٹھہرا سکتا۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ بعض اوقات معاشرہ اس قدر بگڑ جاتا ہے کہ اس کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر ایک شخص اصلاح کی کوشش نہ کرے تو اس کو معذور سمجھا جاسکتا ہے لیکن معاشرہ کا ہر درجہ کا بگاڑ وہ بگاڑ نہیں ہے جس کی آڑ لیکر ایک شخص گھر میں بیٹھ رہے اور یہ اعلان کر دے کہ لوگوں کے حالات اس درجہ خراب ہو چکے ہیں کہ ان کی اصلاح و تعلیم میں وقت

ضلع کرنے کے بجائے اب خانہ نشین ہو جانے اور صرف اپنے ایمان و اسلام کے سنبھالنے کا وقت آگیا ہے۔ اسلام نے معاشرے کی بگاڑ کی وہ حد خود بتا دی ہے جس کے بعد ایک شخص کے لیے یہ بات جائز ہوتی ہے کہ وہ عوام کی اصلاح کی ذمہ داری سے کنارہ کش ہو کر صرف اپنے ہی دین و ایمان کو بچانے کی فکر کرے۔ وہ حد یہ ہے کہ معاشرے میں سرے سے دین کی کوئی رمتی باقی ہی نہ رہ گئی ہو، ہر شخص حقوق ادا کرنے کے بجائے حرص و طمع کو معبود بنائے بیٹھا ہو، شریعت کے بجائے ہر جگہ خواہشات کی پیروی ہو رہی ہو، ہر جگہ دین پر دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہو، ہر شخص اپنی ہی رشتے اور اپنے اپنے خیال میں لگن ہو اور کسی کی بہتر سے بہتر بات بھی سننے کے لیے تیار نہ ہو۔ یہاں تک کہ یہ بات نہایت واضح طور پر نظر آنے لگے کہ اب اس معاشرہ کو بدلنا تو ممکن نہیں ہے البتہ یہ خطرہ نہایت قوی ہے کہ آدمی اگر اس کے اندر پڑا رہا تو خود تبدیل ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں ایک شخص کے لیے بے شک یہ بات جائز ہے کہ وہ لوگوں کو چھوڑ کر صرف اپنا ایمان بچانے کی کوشش کرے۔ ایک حدیث ملاحظہ ہو جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔

۱۰ ابو ثعلبہؓ سے علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتہ والی آیت کے بارے میں روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا (سوال غالباً یہی ہو گا کہ لوگ عام طور پر اس آیت سے یہ دلیل لاتے ہیں کہ ہر آدمی پر صرف اس کے اپنے ہی نفس کی ذمہ داری ہے) تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ صحیح رویہ یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو معروف کی تعلیم دو اور منکر سے روکو، ہاں جب دیکھو کہ بخل مسلط ہو چکا ہے، خواہشات کی پیروی ہو رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے، ہر صاحب رائے اپنی رائے پر فریفتہ ہے اور تمہیں یہ بھی صاف نظر آنے لگے کہ اب تمہیں خود اپنے ایمان کے بچانے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ناگزیر ہو گیا ہے تو بس اپنے کو بچاؤ اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ (ترمذی - ابن ماجہ)۔

ایک اور حدیث میں یہی حقیقت ان الفاظ میں واضح کی گئی ہے۔

روایت ابن عمر بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (باقی ۱۱۵ پر دیکھیں)